سعادت حسن منٹو اور افسانہ ''ٹوبہ ٹیک سنگھ''

افسانوی ادب کے افق پر سعادت حسن منٹو کا نام ایک دمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔ انہوں نے افسانوی ادب کو اپنے مخصوص طرزِ فکر کے ساتھ وہ عروج عطا کیا جسے افسانوی ادب بھلانا چاہے بھی تو بھلا نہیں سکتا۔ وہ ایک بے باک اور نڈر افسانہ نگار کی صورت میں ہمارے سامنے آیا۔ انہوں نے زندگی کے ان رویوں کو عیاں کیا جنہیں لوگ پردے کے پیچھے رکھ کر جائز قرار دینا پسند کرتے تھے۔ وہ واحد افسانہ نگار ہیں جنہوں نے حقیقی زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور حقیقت لکھنے سے اجتناب بالکل نہیں کیا۔ اس باعث منٹو کی شخصیت قدرے متنازعہ بھی رہی مگر ان کا ادبی مقام مرتب کرتے ہوئے تاریخ ادب کا کوئی بھی محقق جتنی بھی کنجوسی سے کام لے ان کو ایک ذرہ برابر بھی نیچا نہیں کر سکتا۔ منٹو ایک عہد ساز افسانہ نگار ہے۔ تلخ حقائق پیش کرتے ہوئے وہ ہچکچاتے نہیں۔ جس زمانے میں منٹو نے بے باک انداز میں، حساس موضوعات پر اظہارِ خیال کیا، ان دنوں ایسا سوچنا بھی ناممکن تھا۔ مگر منٹو نے نتائج کر پرواہ کئے بغیر حقیقت نگاری کو اپنا نصب العین بنایا۔

منٹو نے اپنے افسانوں میں ذہنی تذبذب کا شکار معاشرتی رویوں کی نشاندہی کی ہے۔ انہوں نے سماج کے ناسوروں کی تصویر کشی بخوبی کی ہے۔ ظلم، ناانصافی اور ضبر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ انہوں نے افسانوں کا آغاز افسانہ ''تماشا'' سے کیا جو ''جلیاں والا باغ'' کے حادثے سے منسلک تھا۔ ان کے بعد کے افسانے ''خونی تھوک'' اور ''دیوانہ شاعر'' میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا اظہار ملتا ہے۔

طوائف پر منٹو نے بے مثال افسانے لکھے۔ کالی شلوار، پہچان، ہتک، بری لڑکی، ممی، سرکنڈوں کے پیچھے ان کے نمائندہ افسانے ہیں۔ ان کی حقیقت نگاری طوائف کی تصویر کشی میں اپنے عروج کو پہنچتی ہے۔ انہوں نے طوائفوں کی روح کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کی ہے۔ وہ طوائفوں میں اس عورت کو دیکھتے ہیں جو طوائف بننے کے بعد بھی اندر رہتی ہے اور اس کے بھی انسانی تقاضے ہوتے ہیں۔ طوائف کو اس کی روزانہ زندگی میں اس کی تنہائیوں اور محرومیوں اور اس کی چھوٹی چھوٹی انسانی آرزوؤں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ منٹو کے افسانوں میں ٹکنیک کا استعمال تخلیقی ضرورتوں کے تحت ہوتا ہے۔ فنی لحاظ سے منٹو کیا فسانے انتہائی کامیاب ہوتے ہیں۔ ایک طرف وہ غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرتے ہیں تو دوسری طرف ان کا مشاہدہ گہرا ہے اور وہ جزئیات نگاری سے افسانے کی معنویت میں اضافہ کرتے ہیں۔ کبھی خارجی اور داخلی کیفیت کے تصادم اور کشمکش سے کام لیتے ہیں، کبھی سادہ بیانیہ سے، کبھی ڈرامائی سچویشن سے اور کبھی کلائمکس پر وہ زبردست جھٹکا دیتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں پس منظر کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹی تفصیلات کو باریک بینی سے پیش کرتے ہیں۔ غیر ضروری آرائشوں اور لوازمات سے خود کو دور رکھا۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ

تقسیم ہند اور اس کے بعد ہونے والے واقعات پر بے شمار افسانے لکھے گئے۔ اس موضوع پر سب سے زیادہ افسانے سعادت حسن منٹو نے ہی لکھے۔ تقسیمِ ملک کے موضوع پر ان کا افسانہ ''ٹوبہ ٹیک سنگھ'' اردو کے بے مثال افسانوں کی صنف میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ دراصل، یہ افسانہ برصغیر کی تقسیم پر مبنی ہے۔ منٹو کے نزدیک یہ دو ملکوں کو نہیں بلکہ دلوں کی اور محبتوں کی تقسیم تھی۔ انہوں نے تقسیم کے اثرات کو بہت زیادہ محسوس کیا اور تقسیم کے اس عمل کو تنقیدی انداز میں پیش کیا۔

''ٹوبہ ٹیک سنگھ'' میں منٹو نے ایک پاگل خانے کا منظر پیش کیا ہے۔ اس افسانے کی ابتداء اگر چہ ایک بیانیہ سے ہوتی ہے لیکن اس کا اسلوب ہمیں سلانے کے بجائے جھنجھوڑ کر جاگتے رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ بٹوارے کے دو تین سال بعد پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کو خیال آیا کہ اخلاقی قیدیوں کی طرح پاگلوں کا تبادلہ بھی ہونا چاہئے۔ یعنی جو مسلمان پاگل ہندوستان کے پاگل خانوں میں ہیں انہیں پاکستان پہنچایا جائے اور جو ہندو اور سکھ پاکستان کے پاگل کانوں میں ہیں انہیں ہندوستان کے حوالے کر دیا جائے۔ افسانہ ''ٹوبہ ٹیک سنگھ'' کے تمام کردار پاگل ہیں جن میں مسلمان، ہندو سکھ سبھی شامل ہیں۔ اس میں وکیل بھی ہیں، مسلم لیگ کر کارکن بھی، ایسے عاشق بھی ہیں جن کی محبوبی سرحد کے اس پار رہ گئی ہیں اور یہ ان کے عشق میں ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ تمام کردار پاگلوں جیسی حرکات اور باتیں کرتے ہین مگر منٹو تمام حرکات وسکنات اور گفتگو سے گہرے مطالب اخذ کرتے ہیں۔ منٹو نے پاگل خانے کو برصغیر کا استعارہ بنا دیا ہے کیونکہ اس عہد میں لوگوں کا رویہ ایک دوسرے کے ساتھ عقل ودانش پر مبنی نہیں تھا۔ پاگلوں کی گفتگو اور نعروں میں معنوی پیغامات چھپے ہوئے ہیں۔